چاروں طرف سانپ ہیں -
بیٹا! اپنا خیال رکھنا

قدیم زمانے کی بات ہے کہ ایک معصوم بندہ ایک ندی کے کنارے بیٹھ کر اپنی معصومیت سے چھوٹے پتھروں سے سیدھی راہ چلنے پانی کو چھیڑ کر ان پانی میں پھر سے جمع لیکن انہیں اپنی سیدھی راہ سے بھٹکا رہا تھا- ندی کے کنارے چاروں طرف سے گھرے گھنے جنگل سے ایک درد بھری چیخ کی آواز انکے کانوں تک آتی ہے- ندی کے کنارے بیٹھے خالد یہ سنکر ڈر گیے اور کانپنے لگا - وہ درد بھری آواز ایک معصوم جانور ہرن کا تھا- انکی آنکھوں سے آنسوں ٹپکنے لگے اور دل ہی دل انہیں بہت تکلیف ہوی اور وہ اپنی ~~بہت~~ پیاری ماں کی یادوں میں کھو گیے کہ انکی ماں پانچ برس پہلے ہی انہیں چھوڑ کر اس دنیا سے خدا کو پیاری ہو گئی تھی -

ندی کے کنارے خاموش بیٹھے خالد کے راستے ایک مسافر گزرے ۔ انہونے صادق کو روتے ہوے دیکھا تو پریشان ہوگیے کہ بھلا ایک معصوم بندہ اس گھنے جنگل میں کیوں اور کیسے رو رہا ہیں ؟ اس مسافر نے جب ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو خالد نے انکار کرتے ہوے سر ہلایا-

اس مسافر سے رہا نہ گیا اور پھر سے ایک دفعہ پوچھنے کی کوشش کی۔ خالد روتے ہوئے بولے بابا: میں اس برباد دنیا سے تنگ ہو گیا ہوں۔ یہاں کوئی اپنا نہیں اور جو میرا اپنا تھا۔ میری ماں! اسے تو خدا نے پانچ برس پہلے ہی اٹھا لیا۔ اب مجھے اس دنیا میں کسی بندے پر کوئی بھروسہ نہیں۔ اگر کسی بندے سے رشتہ قائم کرنے کا حل بھی کرے تو بعد میں وہی بندہ ایک سانپ کی طرف ہمارے لئے ایک آستین کا ایک سانپ بن جاتا ہیں۔ ....

راہ مسافر نے جب انکی باتوں کا سنا تو انہیں لگا کہ یہ بندہ بالکل پوری طرح ٹوٹ گیا اور آخرکار اسے شہر اپنا چھوڑ اس گھنے جنگل میں کرنا پڑا۔ خالد اپنی ماں کی یادوں کو زندہ کرتے ہوئے اپنی بیتی کہانی سناتے ہوئے بتایا کہ خالد کو ایک پیاری بہن "مسکان" تھی۔ ایک خوشحال خاندان جو بھی خوشی صبح سویرے سورج اور شام چاند کی چاندنی کے ساتھ اپنی راتوں کو سجاتے تھے۔ خالد ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ انکی پیاری اپنی گھر کے کاموں کو سنبھالتی اور انکے والد صاحب کھیتی کرکے اپنی زندگی گزارتے تھے۔

ایک گاؤں کے سارے لوگوں میں اکثر لوگ کسان اور بعض لوگ ایسے تھے جو کچھ امیر اور محل دار تھے جبکہ وہ سب اپنے گاؤں والوں سے دریادلی سے پیش نہیں آتے تھے۔ بات کچھ اس طرح تھی کہ اگر غریب لوگ کسی مصیبت و پریشانی میں ہو تو وہ انکی مدد نہیں کرتے تھے کہ گاؤں کے لوگوں میں آپسی اتحاد و یکسوئی کے بجائے ہر کسی کے دل میں ایک دوسروں کیلئے ایک نفرت سی چھپی ہوئی تھی۔ سب کے دلوں میں ایک دوسروں کے لئے حسد، خود پسندی اور دیگر برے اخلاق بھی شامل تھے۔ اس طرح وہ گاؤں خود ہی برباد تھا۔

خالد کے ابو یہ چاہتے تھے کہ انکا بیٹا پڑھ لکھکر بڑا ہوکر اس گاؤں میں ایک بدلاؤ لائیں تاکہ اس گاؤں میں کچھ سدھار آجائیں اور خالد اپنے والدین کا نام روشن کرے۔ خالد کے ابو صادق نے جب خالد سے اسکول میں داخلہ کے بارے میں پوچھا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ اسکے دل میں پڑھائی کا بہت شوق تھا اور وہ اپنی زندگی میں کچھ بہتر کرنا چاہتا تھا۔

اس پورے گاؤں میں جب ایک ہی بندہ صرف خالد ہی اسکول جاتا تھا۔ تو اسنے یوں سوچا کہ کیوں نہ ایک ساتھی اور مل جائیں جو دونوں ایک ساتھ اسکول کو جائینگے اور دل لگاکر پڑھائی کرکے شام واپس آئینگے۔ جب اس نے یہ بات گاؤں کے ایک لڑکے سے کہی تو اس نے یوں کہا کہ: بھائی تو پاگل ہوگیا ہے کہ ہمیں پڑھائی۔ وپڑھائی کرکے کیا ہوگا۔ یہ سب تو امیر لوگوں کیلئے ہیں۔ یہ سب ہماری اوقات سے باہر ہے۔ اور اگر ابو سے اسکے بارے میں پوچھی بھی تو وہ یہی کہینگے کہ بیٹے اپنا کام سنبھال۔ اور ویسے اپنا تو یہ پرانا دستور ہے کھیتی باڑی کرکے جینے کا انداز ہی الگ ہے۔ خالد کو یہ سب سنتا ہی تھا کہ وہاں سے واپس آگئیں اور سوچنے لگا کہ بھلا اس دنیا میں کیسے کیسے لوگ آئیں ہیں۔

خالد نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اکیلا ہی اسکول جائیگا اور یہ رواج تب تک ایک سلسلہ بن کر رہیگا۔ جب تک کہ وہ اپنے والدین کے خوابوں کو پوری نہ کردے۔

خالد نے ہمت نہ ہاری - اور وہ روزانہ اسکول جانے لگا - جب کہ گاؤں کے دیگر لڑکوں نے اسے اسکول جاتے دیکھا تو ان بچوں نے انکا مذاق اڑایا اور ان پر پیسے اور دیگر الفاظ ایسے استعمال کرے جنہیں کہ خالد کے دل کو ہلا کر رکھ دیا - اسکول جاتے راہ اسے جو بھی ملتا وہ لوگ انکا بری طرح مذاق اڑاتے - اور کسی طریقے سے انہیں پریشان کرتے - اور انکے دل کو چوٹ پہونچاتے تھے - خالد بالکل خاموش ہو کر یہ سب سنتا اور وہ ذرا مسکرا کر آگے بڑھ جاتا تھا -

ایک دفعہ کی بات ہے کہ جب خالد اسکول سے آیا تو اس نے دیکھا کہ امی کی طبیعت ٹھیک نہ ہے اور کافی پریشان نظر آرہی ہے - خالد نے جب اپنے چاچا سے بتایا تو اس نے کہا کہ تمہاری امی ہے تم سمجھالو - ابھی پیسے مانگنے آئیں ہو - بڑے پڑھائی کرتے ہو نہ - آج امی کے علاج کے لئے بھی پیسے نہ ہے تو ایسے پڑھائی کا کیا کروگے بیٹا - تمہارا ابو بھی کتنا بے وقوف ہے کہ تمہیں کھیتوں میں کام کرکے چند پیسے کمانے کے بجائے

تمہیں پڑھائی کرنے بھیجتا ہے۔ اس کے چاچا نے انہیں بہت
سنایا اور نا امید ہو کر گھر لوٹ آئے۔ خالد نے جلدی
سے دواخانے سے ایک ڈاکٹر کو بلایا۔ ڈاکٹر بڑا
رحم دل تھا۔ وہ خالد کے گھر کی حالت کو بہت اچھی
طرح سمجھ سکتا تھا۔ اسلئے اس رحم دل انسان نے اپنی
انسانیت دکھائی اور مفت میں امی کا علاج کیا گیا۔
امی کی طبیعت ٹھیک ہونے کے بعد خالد بہت
خوش تھا۔ اور امی سے مسکراتے ہوئے کہا کہ سب امی تو
کتنی اچھی ہے۔ لیکن تمہارے علاوہ یہاں سارے لوگ
مجھے بے وفا اور بیگانے سا کیوں لگتا ہے۔ اس
دفعہ امی اپنے آنسوں پوچھتے ہوئے بول بیٹھی۔
اس دنیا کا رسم و رواج ہی ایسا ہے۔ بیٹا صبر
کرکے پڑھائی کرو اور اپنا نام چمکتے آفتاب جیسے
روشن کرو۔۔۔۔

وقت گزرتا گیا۔ وقت بدلتے گئے
خالد نے عجیب و غریب انسان کی انسانیت
دیکھی زندگی کے عجیب موڑ ایسے آئیں جہاں لوگوں
نے انہیں سانپ بن کر ڈسا۔ جب ضرورت
پڑی تو پرایا بھی اپنا ہو گیا۔

خالد کی پیاری سی چھوٹی بہن 'مسکان' کی ولادت کے بعد گھر میں چاروں طرف خوشیاں پھیلی ہوئی تھی - ایک ننھا سا بچہ ایک گھر میں کھلے گلاب جیسی تھی - لیکن وقت کا مار تو دیکھو کہ انکی ولادت کے چند دن بعد انکی موت ہو گئی - گھر میں ایک ماتم سا پھیلا ہوا تھا - نفرت کی ہواؤں میں ڈوبے وہ معصوم بچہ بھی انکا شکار ہوا -

اس قدر نفرت و غم سے پریشان تھا خالد اور انکی امی تو اب بے جان ہو چکی تھی - پیاری بیٹی کے جانے کا غم اسکے امی کی ساری خوشیاں چھین کر لے گئی تھی - زندگی میں ایسے موڑ دیکھے کہ جب انکے پاس کچھ نہ تھا تو اپنے رشتے داروں کی مدد بھی انکار کر گئی - ان سارے حادثات کے گزرنے کے بعد نہ کوئی فیصلہ لے جا سکا اور نہ ہی کچھ ٹھیک چل رہا تھا -

ایک دفعہ جب خالد کی امی پوری طرح بیمار ہوکر اس حال میں آئی کہ انکے امی کو زندہ رہنے کیلئے ایک گردے کی ضرورت پڑی - خالد کے سب سے اچھے دوست ساجد سے جب

مدد کے لئے گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ جبکہ ساجد
اور خالد بہت اچھے دوست تھے۔ لیکن وقت جیسے
بدلنے لگے کہ ان کا دوست بھی وقت کیساتھ ساتھ بدلنے
لگا۔ اور آج خالد کی مدد کیلئے کوئی آگے نہ آیا۔ خالد
کے ابو کے پاس اتنے دولت تو تھے نہیں کہ وہ ایک
گردہ کی قیمت چکا دے۔ اب تو انکی پیاری بوسی
ماں کو یہ سمجھ میں آگیا کہ چند لمحوں میں ہی وہ اس
دنیا سے رخصت ہو جائینگے۔ خالد کی امی نے اسے
پاس بلایا اور کہا۔ بیٹا اس دنیا میں کسی کے بھروسے
مت بیٹھو۔ زندگی تمہاری ہے۔ اس لئے خود کچھ بنکر
دکھاؤ۔ اب تو مجھے تم سے الوداع کہنا پڑیگا کیونکہ
اب تو ... اتنا کہنا ہی تھا کہ خالد کے آنکھوں
سے آنسوؤں کے دریا بہنے لگے۔ انکی امی نے کہا کہ
بیٹا میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ "چاروں
طرف سانپ ہیں بیٹا ذرا اپنا خیال رکھنا" وہ
سانپ جو اصلی سانپوں سے بھی زہریلے ہوتے ہیں۔
یہاں ماچس کی ضرورت نہیں ہوتی یہاں تو آدمی۔
آدمی سے جلتا ہے۔ اتنا کہکر امی جان اس دنیا سے
چل بسی۔

انکی یہ حالت دیکھکر اب تو خالد پوری طرح ٹوٹ
چکا تھا۔ اب ایکے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ بس وہ
وجہ جسکے لئے وہ پڑھائی کر رہا تھا۔ اس دنیا سے
تو۔ اسے نفرت سی ہو گئی تھی۔ ماں کی یادوں
میں پریشان خالد اپنی یادوں میں گم ہوکر لوگوں کی
نفرت اور بےوفا دنیا کو دل ہی دل گندا سمجھ رہا
تھا۔ وہ اسے جگہ پر تھا۔ جہاں چاروں طرف
کانٹے لیکن درمیان ایک معصوم کا گھر کہاں سے
ہو جیسے وہ سارے کانٹیں بھی ایک معصوم کی
زندگی کے پیچھے پڑے ہو۔ بس یوں تھا کہ وہ
ایک تنہا، بھٹکا، پریشان ایک اکیلی زندگی گزار
رہا تھا۔

وہ مسافر ان ساری باتوں کو بڑی غور
سے سن رہا تھا کہ راہ چلتے مسافر بھی رو
گیا۔ مسافر نے کہا بیٹے کب تک اپنی
ماں کی یادوں میں رہوگے چلو ذرا ان نفرت
کی بھیڑ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کریں۔ کہ
یہ دنیا خدا کی بنائی ہوئی اور تم وہ ہو جو خدا
نے بڑی سوچ سمجھکر بنایا ہوگا۔

60th Kerala School Kalolsavam, Nov 28 - Dec 1, 2019 _ Kasaragod

Item Code: 955 **Participant Code:** 10

اب تو بس اتنا سا افسانہ تھا کہ کسی
کی یادوں کے سہارے وہ معصوم بندہ ایک خاموش
جگہ میں اپنی زندگی بتا رہا تھا۔۔

(**Note:** Graded articles may be published in schoolwiki. So, Write neatly. Don't fold paper. Don't write overleaf).